# معراجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عماد العلماء علامہ سید محمد رضی مجتہد صاحب طاب ثراہ

بسم اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم○

سُبحَانَ الَّذِیۤ اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلاً مِنَ الْمَسجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (الاسراء۔ایت۔۱)

یعنی وہ ذات پاک ہے جو راتوں رات اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ اس بندہ کو ہم اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائیں بے شک وہی بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔

اس آیۂ کریمہ سے واقعۂ معراج کی طرف اشارہ ہے جسے واقعۂ ''اِسرآءَ'' بھی کہتے ہیں اور کبھی ''اِسرآء'' کے لفظ کا اطلاق سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر پر ہوتا ہے اور ''مِعراج'' سے اُس حصۂ سفر کو مراد لیا جاتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سِدرۃُ المنتہیٰ سے آگے کے لئے کیا تھا۔ اس معراج سے مراد یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جسم مبارک کے ساتھ عالمِ بیداری میں شب کے وقت عالمِ ملکوت ولاہُوت کی سیر فرمائی اور ان عالموں کے علاوہ جن جن عالموں کے لئے خدا کی مشیّت ہوئی ان سب کو آپ نے دیکھا۔

دوسرے اُولُوالعزم مرسلینؑ کے واقعات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں بھی کسی نہ کسی زمانہ میں اور کسی نہ کسی حد تک یہ منزلت دی گئی تھی۔

زمانی اور مکانی قیدوں اور رکاوٹوں کو اُن سے دور کیا گیا، کائنات کے مخفی راز اور ملکوت وجبروت وناسوت ولاہوت کے چھپے ہوئے بھید بے نقاب کرکے ان کے سامنے لائے گئے اور وہ اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق فیض ربّانی سے مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت خلیل اللہ کو جب منصبِ خلافت الٰہیّہ عطا ہوا تو ارشاد ہوا: وَکَذٰلِکَ نُرِیۤ اِبْرَاھِیمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ○

(انعام آیت: ۷۵)

اس آیت میں صرف اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ملکوتِ سماوات وارض یعنی آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت دکھائی گئی تھی (توراۃ تکوین ۲۸) میں حضرت یعقوبؑ کے لئے ''حاران'' کی طرف جانے کا ذکر ہے اور ساتھ ہی اسی قسم کے بعض مشاہدات کا بیان بھی موجود ہے جسے معراج کے ایک مرتبہ اور ایک منزل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو کوہِ طور پر تجلی حق کا پرتو نظر آیا۔ یہ

ان کی معراج تھی۔ اُولُوالعزم انبیآء کے علاوہ دیگر انبیاء ومرسلینؑ کے واقعات بھی اس سلسلہ میں موجود ہیں اور ہر نبی اور رسول نے اپنے رتبہ اور منزلت کی مناسبت سے رموز قدرت اور اسرارِ کائنات سے آگاہی حاصل کی اور یہ جس حد تک بھی ہو ان کی بلندی اور معراج تھی جس طرح حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناء پر مومن کی نماز اس کی معراج ہوا کرتی ہے۔ ''الصلوٰۃُ معراجُ المؤمنُ'' مگر یہ جتنی معراجیں ہیں وہ صرف درجات کی بلندیاں ہیں اور حقیقی معراج وہی ہے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی جو بلندیوں کی انتہا ہے۔ چونکہ آپ کی ذاتِ اقدس اَولین وآخرین میں سب ہی سے افضل تھی اس لئے حَریم قُدس اور بزم لاہوتی میں آپ کو وہ مقام عطا ہوا جو نہ کسی مَلَکِ مقرب کو مل سکا اور نہ کسی نبی مرسل کو حاصل ہوا۔ اور جو خاص معراج آپ کو حاصل ہوئی وہ آپ ہی کی ذات کے لئے مخصوص تھی۔

آپ اس منزل سے بھی آگے تشریف لے گئے جہاں فرشتۂ وحی حضرت جبرئیلؑ کو یہ کہنا پڑا: ''لَو دَنَوْتُ اَنْمَلَةً لَاحْتَرَقْتُ'' یعنی اگر میں اس جگہ سے انگلی کی ایک پور کے برابر بھی آگے بڑھ جاؤں گا تو شدّتِ نور اور جلوۂ قُدس کی برق تابیوں اور بے پناہ تابانیوں کو سہار نہیں سکتا۔

صحیح اور معتبر روایتوں کے مطابق یہ معراج صرف ایک مرتبہ ہوئی تھی۔ واقعۂ معراج کو کثیر التّعد ادراویوں نے بیان کیا ہے۔

علّامہ زُرقانی نے ۴۵ صحابیوں کا نام لکھا ہے اور ان تمام کتابوں کے نام بھی لکھے ہیں جن میں ان کی بیان کی ہوئی روایتیں پائی جاتی ہیں۔ زُرقانی کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس واقعہ کو تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے، جس کے بعد اس میں کسی قسم کے بھی شک کی گنجائش ممکن نہیں ہے۔ بعثت کے بعد اور ہجرت کے پہلے وہ مبارک سال اور مبارک گھڑی آئی جو اللہ نے اس حاصل گلشنِ عالمِ تکوین یعنی حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سَیرِ مَلکوت اور مشاہدۂ عالم قُدس کے لئے معین فرمائی تھی۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ میرے حبیبِ خاص کے لئے افلاک کے راستوں کو سجائیں، رضوان جنت کو ہدایت دی گئی کہ اس مسافرِ ملکوت ولاہوت کے لئے اس کی عظمت کے مطابق خُلد بریں کو مزین کرے، جبرئیل امین کو اشارہ قدرت ہوا کہ محبوب کبریا کے لئے وہ سواری لے جائیں جو برق سے زیادہ تیز رفتار اور شعاعِ مہر سے زیادہ سُبک خرام ہو اور جو اس رَہ نَو ردخطۂ نور کی شان کے لائق ہو۔

عالمِ آب وخاک کی بندشیں ٹوٹنے لگیں، آگ اور ہوا کی فطرتیں معطل ہونے لگیں، فضا نے راستہ دیا، افلاک نے اپنے دروازے کھول کر ادب سے راہ دی، کائنات کی فضاؤں نے سواریِ نور کو دوش پر اُٹھایا اور زمان ومکان کی ہر چیز نے اس مسافر کے استقبال میں آنکھیں فرش کردیں۔

اُدھر وحی الٰہی کی آواز سے سارا خطۂ لاہوتی گونجنے لگا:

''سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسریٰ بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِالْاَقْصَا''

ظاہری حیثیت سے یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے کہ ایک وہ جسم جو بظاہر مادی ہو پلک جھپکتے ہی آسمانوں میں پہنچ جائے اور کائنات کی سیر کر کے جلدی سے واپس آ جائے مگر یہ اُس قادرِ مطلق اللہ کے لئے کیا دشوار ہے جس نے معمولی ایٹمی ذرات میں سرعت رفتار کی وہ طاقت ودیعت کی ہے جسے دیکھ کر آج دنیا حیران ہے۔ کیا وہ قدرت والا اللہ اس پر قادر نہیں ہے کہ اپنے حبیب خاص اور سردار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ طاقت دے کہ وہ افلاک کی سیر کر سکیں۔ ہمارے سامنے سرعتِ رفتار کی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔ روشنی کی رفتار، آواز کی رفتار، سیّاروں کی حرکت اور خود انسان کے نور نگاہ کی سرعتِ رفتار جس کی انتہا نہیں ہے۔ اُدھر آنکھ کھلی اور مسافرِ نور کے سامنے سے پردہ اٹھا کہ ایک لمحہ میں وہ کروڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے سیّاروں تک پہنچنے لگا اور آنکھ کی ننھی سی پتلی میں خدا کی وسیع کائنات سمانے لگی۔ یہ تو ایک معمولی سی مخلوق کی تیزیِ رفتار کا عالم ہے تو پھر اس کی سرعتِ سیر کو کون بیان کر سکتا ہے جس کے صدقہ میں اس پوری کائنات کو وجود اور زندگی کی نعمت نصیب ہوئی۔

معلوم ہے کہ خدا کے رسول اپنے اپنے زمانہ کے لئے بہترین معجزات کے حامل ہوا کرتے ہیں جن کا مثل لانے پر دوسروں کو قدرت نہیں ہوتی۔

اللہ جانتا تھا کہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیامت تک پھیلے ہوئے زمانہ میں انسان سرعتِ رفتار بڑھانے اور فضاؤں پر قابو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا اس لئے اس نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسا معجزۂ سرعت رفتار عطا فرمایا اور فضائے کائنات اور خلا کی لامحدود وسعتوں پر ایسا قابو دے دیا جو قیامت تک انسانی فکر کی پرواز کے لئے معجزہ بنا رہے گا۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش نور خاص سے ہوئی۔ وہ مقصودِ کائنات تھے۔ اسی نور کی شعاعوں کے صدقہ میں عالم کی خلقت ہوئی اور کائنات پیدا ہوئی۔ ارشاد الٰہی ہوا: لَو لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ'' اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ اسی نور کی چھوٹ سے ستاروں میں ضیاء آئی۔ اسی کے تصدّق میں عالم کے بے جان ذرّوں میں زندگی کی اُمنگ ابھری تو پھر اس حاصلِ کائنات کے لئے یہ کون سی حیرت انگیز بات تھی کہ وہ پلک جھپکتے ہی عرش تک پہنچ گیا۔ اللہ کے اس عظیم اعلان میں جو پہلا لفظ ''عبد'' ہے: ''اَسریٰ بعبدِہٖ لَیلاً'' وہ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا۔ اس سے اشارہ ہے کہ یہ جو کچھ بھی تھا وہ جلوۂ عبدیت و بندگی ہی کا بلند ترین نمونہ تھا اور شاید یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہماری اطاعت و بندگی میں جو شخص جس قدر جھکتا ہے ہم اسی قدر اس کو رفعت اور بلندی عطا کرتے ہیں اور چونکہ ہمارا حبیب خاص، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطاعت و بندگی میں عالمین میں سب سے زیادہ جھکا اس لئے ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ بلندی اور وہ معراج عطا کر دی جو اوّلین و آخرین میں سے کسی کو بھی نہیں مل سکتی۔

☆☆☆